International Research Jounral of Islamic Culture & Communication

IRJICC

ISSN:3007-4630 (P),3006-8304(E)

سورۃ الحجرات کی ابتدائی چھ آیات میں مذکور معاشرتی تعلیمات کا تقابلی مطالعہ: تفسیر معارف القرآن اور تفسیر تدبر القرآن کی روشنی میں

A COMPARATIVE STUDY OF SOCIAL ETHICS IN THE FIRST SIX VERSES OF SURAH AL-HUJURAT: IN THE LIGHT OF TAFSIR MA'ARIF AL-QURAN AND TAFSIR TADABBUR AL-QURAN

1. ***Hafsa***
762hafsa@gmail.com
BS Islamic Studies, Department of Islamic & Arabic Studies, University of Swat.

2. ***Dr. Muhammad Noman***
(Corresponding Author)
numanm964@gmail.com
Assistant Professor, Department of Islamic & Arabic Studies, University of Swat.

Vol. 04, Issue, 01, Jan-March 2026, PP:85-93

OPEN ACCES at: www.irjicc.com

Article History	Received	Accepted	Published
	15-01-26	03-02-26	30-03-26

Abstract

Social etiquette refers to those rules and principles that form the foundation of relationships between individuals in a society. These etiquettes are based on moral and social codes that promote an atmosphere of mutual respect and trust within the community. The presence of social etiquette not only encourages a person to respect the rights of others but also enables them to play a positive role in society through their character and behavior. These principles reflect the culture, religion, and values of a society and provide individuals with the opportunity to lead a peaceful and constructive life. When such a relationship is connected with a sacred personality—especially the Final Prophet (peace be upon him)—the importance of social etiquette increases even further. In such relationships, adopting the highest standards of respect becomes a moral responsibility for every individual. The opening verses of Surah Al-Hujurat present these very etiquettes with great refinement and eloquence. In this article, a detailed comparative analysis of the social etiquettes mentioned in these verses is presented in

CC BY

the light of Tafsir Ma'arif al-Qur'an and Tafsir Tadabbur al-Qur'an, so that their various dimensions can be better understood.

KeyWords: *Obedience to Allah and His Messenger (peace be upon him), Etiquettes of speech and respect, Respect for personal boundaries, Verification of information.*

موضوع کا تعارف:

معاشرتی آداب سے مراد وہ قواعد و اصول ہیں جو معاشرے کے دو فردوں کے درمیان تعلقات کی بنیاد رکھتے ہیں۔یہ آداب ان اخلاقی اور سماجی ضابطوں پر مبنی ہے جس سے معاشرہ میں باہمی احترام اور اعتماد کی فضا کو فروغ ملتا ہے۔معاشرتی آداب کی موجودگی سے انسان نہ صرف دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتا ہے بلکہ اپنے کردار اور رویوں سے معاشرے میں مثبت کردار ادا کرتا ہے۔یہ اصول معاشرے کے ثقافت ،مذہب اور اقدار کی عکاسی کرتا ہے اور انسانوں کو پر امن اور تعمیری زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرتا ہے جب یہ تعلق کسی نورانی ذات خاص کر نبی آخر الزمان ﷺ سے ہو تو اس سے معاشرتی آداب کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ایسے رشتوں میں ادب کے اعلیٰ معیار کو اپنانا ہر فرد کی اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے۔سورۃ الحجرات کی اولین آیات میں انہی معاشرتی آداب کو نہایت نفاست کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔اس آرٹیکل میں ان ایات میں بیان کردہ معاشرتی آداب کا تفسیر معارف القرآن اور تفسیر تدبر القرآن کے تناظر میں تفصیلی تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

تقابلی و موضوعاتی تجزیہ:

اطاعت الٰہی واطاعت رسول ﷺ:

اسلام میں معاشرت کی بنیاد اللہ اور اسکے پیارے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری پر رکھی گئی ہے۔اللہ اور اسکے رسول اللہ ﷺ کے احکامات کو سامنے رکھے بغیر کوئی عمل کرنا خواہ وہ بظاہر کتنا ہی اچھا نہ ہو،نہ صرف غلط سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ عمل امت کی صفوں میں بے اتفاقی اور انتشار پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔اسلئے قرآن مجید مسلمانوں کو سختی سے منع کرتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ"[1]

ترجمہ: اے ایمان والوں ! اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے مقابلے میں پیش روی نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔کیونکہ وہ ہر بات سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس اصول کی وضاحت حدیث نبوی سے بھی ہوتی ہے۔جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید نا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ، وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ"[2]

"جس نے میری اطاعت کی،اس نے اللہ کی اطاعت کی،اور جس نے میری نافرمانی کی،اس نے اللہ کی نافرمانی کی"

شان نزول:

آیت نمبر 1 کا شان نزول یہ ہے کہ قبیلہ بنو تمیم کے لوگ وفد کی شکل میں آپ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئے کہ

اس قبیلہ پر کس کو سردار بنایا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قعقاع ابن معبد کا نام پیش کیا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اقرع بن حابس کا نام تجویز کیا۔ نبی کریم ﷺ کا فیصلہ کرنے سے پہلے دونوں اپنی اپنی رائے بیان کرنے لگے اور اس دوران دونوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[3]

معارف القرآن:

معارف القرآن میں اس آیت کی تفہیم یہ ہے کہ ایمان والوں کو چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے روبرو انتہائی ادب واحترام کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔ یہاں پیش قدمی سے مراد اللہ کے نبی کی اجازت کے بغیر کوئی بات کرنا، فیصلہ کرنا یا کوئی عمل کرنا مراد ہے جو کہ ممنوع ہے۔ یہ آیت مؤمنین کو قاعدہ و قانون کی تعلیم دیتی ہے تاکہ اسلامی معاشرہ اپنے اخلاقی بنیادوں پر مضبوطی کے ساتھ محفوظ رہے۔

اس آیت میں اللہ کی دو اہم صفات "سمیع" اور "علیم" کو ذکر کیا گیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ ہر بات سن رہا ہے اور ہر عمل سے آگاہ ہے اس لئے تقوی اختیار کرنا لازمی ہے تاکہ اللہ کی رضا حاصل کی جاسکے۔[4]

تدبر القرآن:

صاحب تدبر القرآن اس آیت کے تناظر میں فرماتے ہیں کہ اس میں امت کے لئے ایک اصول بیان کیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایت و اجازت کے بغیر کوئی بھی پیش قدمی نہ کی جائے۔ حقیقی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اپنی خواہشات اور ذاتی رائے کو شریعت کے تابع کرے۔ کسی بھی دینی یا اجتماعی فیصلے سے پہلے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ دیکھا جائے۔ اس لئے اس آیت میں تقوی اور اللہ کی صفات کی یاددہانی کرائی گئی ہے تاکہ ہر مؤمن اپنی باتوں میں اور عمل میں خدا کی نگرانی کا خیال رکھیں۔[5]

نکات اتفاق:

معارف القرآن اور تدبر القرآن دونوں کے نزدیک اس آیت کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ سے آگے بڑھنے سے روکنا ہے۔

دونوں تفاسیر اس امر پر متفق ہیں کہ شرعی رہنمائی کے بغیر کسی قول، فعل یا فیصلے کو اختیار کرنا درست نہیں۔

نقاط اختلاف:

معارف القرآن میں ادب، احترام اور معاشرتی نظم کو زیادہ نمایاں کیا گیا ہے، جبکہ تدبر القرآن نے خواہشاتِ نفس، ذاتی رائے کو شریعت کے تابع کرنے پر زور دیا ہے۔

آداب گفتگو اور احترام:

ایک اچھے مؤمن کی پہچان اس کی شائستہ گفتگو اور نرم کلامی ہے۔ چنانچہ سورۃ الحجرات کی دوسری اور تیسری آیات میں اللہ تعالیٰ مؤمنین کو تاکید فرماتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ.

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ" [6]

ترجمہ : اے ایمان والوں !اپنی گفتگو کا لہجہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے اونچامت کرو، اور آپ ﷺ سے بات چیت میں آواز کو اس طرح اونچانہ کرو جیسے آپس میں بات کرتے وقت کرتے ہو، ورنہ بے خبری میں تمہارے اعمال ضائع ہو سکتے ہیں۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پکار پر اپنی آوازیں نرم رکھتے ہیں، وہی وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ نے تقوی کے لئے آزمانے کے لئے قبول کئے۔ ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

معارف القرآن :

مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کو آداب مجلس نبوت کے بنیادی اصول کے طور پر دیکھتے ہیں۔ مفتی شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قصداً اور ارادۃً گستاخی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اگر غیر ارادی طور پر آواز بلند ہو جائے تو یہ بھی آپ ﷺ کے شان کے خلاف ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ یہ آداب صرف آپ ﷺ کے مجلس تک محدود نہیں بلکہ علماءِ کرام اور دینی بزرگوں کے سامنے بھی ان آداب کو ملحوظ رکھا جائے گا کیونکہ وہ بھی انبیاء کے وارثین میں سے ہیں۔ [7]

تدبر القرآن :

امین حسن اصلاحی صاحب ان آیات کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ آیت نمبر 2 میں عملی طور پر امت مسلمہ کے لئے یہ اصول پیش کیا گیا ہے کہ اپنے کلام میں شائستگی اپنائی جائے۔ اور بڑوں کے سامنے انتہائی ادب کے ساتھ گفتگو کی جائے۔ یہ حکم صرف ادب واحترام کی حد تک محدود نہیں بلکہ اس میں ایک دعوی بھی ہے کہ بے ادبی کے نتیجے میں اعمال بھی ضائع ہو سکتے ہیں۔

آیت 3 کے متعلق فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے آواز کو پست رکھتے ہیں تو اللہ ان کے دلوں میں تقوی کے لئے منتخب فرماتے ہیں۔ [8]

نکات اتفاق :

دونوں تفاسیر کے مطابق نبی کریم ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنا خلافِ ادب ہے۔

نرم لہجہ، شائستہ گفتگو کو مؤمن کی صفات قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح بے ادبی کو اعمال کے ضائع ہونے کا سبب اور ادبِ رسول ﷺ کو تقویٰ سے وابستہ کیا گیا ہے۔ اس بنا پر یہ آیات اخلاقی تربیت اور گفتاری تہذیب کا اہم سرچشمہ ہیں۔

نقاط اختلاف :

معارف القرآن میں صحابۂ کرامؓ کے ادب اور غیر ارادی لغزش کے پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے، نیز اس حکم کو علماء اور دینی بزرگوں کے احترام تک وسیع کیا گیا ہے۔

اس کے برعکس تدبر القرآن نے ان آیات کو اجتماعی تہذیب، گفتگو اور سماجی شائستگی کے اصول کے طور پر پیش کیا ہے۔

ذاتی حدود کا احترام :

اسلامی معاشرے میں اداب کا ایک پہلو یہ ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان کے ہر قسم کے حدود (جسمانی، سماجی اور اور نفسیاتی) کا خیال رکھا جائے۔ ملاقات کے دوران کسی شخص کی اجازت کے بغیر اس کے نجی معاملات، ذاتی خیالات اور احساسات میں

دخل اندازی نہ کی جائے۔ یہی اصول قران کریم کے سورۃ الحجرات کے آیات 4 اور 5 میں بیان کی گئی ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ۔ وَلَوۡ اَنَّہُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡہِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ"[9]

ترجمہ: اے نبی ﷺ جو لوگ آپ کو حجرہ مبارک سے پکار رہے ہیں ان میں سے اکثر لوگ سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ اگر یہ صبر کرتے اور آپ ﷺ کے خود باہر آنے کا انتظار کرتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

شانِ نزول:

ان آیات کے شان نزول میں مفسرین فرماتے ہیں کہ جب بنو تمیم کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت اس وقت حاضر ہوئے جب آپ ﷺ آرام فرما رہے تھے تو وہ زور زور سے پکارنے لگے "یا محمد! ہمارے پاس آؤ"۔

ان کا یہ انداز بے ادبی کا تھا اور پیغمبر کے مقام کے خلاف تھا۔ چنانچہ اس پر یہ آیات نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے اس رویہ پر متنبہ کیا اور ہدایت دی کہ حضور ﷺ کے پاس آنے یا ملاقات کرنے میں صبر اور انتظار کیا جائے۔[10]

معارف القرآن:

مفتی محمد شفیع صاحبؒ ان آیات کے ماتحت تحریر کرتے ہیں کہ یہ آیات صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کو ملاقات کے طور طریقے سکھانے کے لئے نازل ہوئیں۔ بنو تمیم کے بلانے کا یہ انداز جاہلیت کے مطابق تھا۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ طرز عمل بے شعوری اور لاعلمی کا نتیجہ ہے اگر یہ لوگ آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرتے تو یہ ان کے لئے دینی اور دنیاوی دونوں لحاظ سے اچھا ہوتا۔[11]

تدبر القرآن:

مولانا اصلاحیؒ کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا مقام و مرتبہ ایک سربراہ یا قبیلہ کے سردار کا نہیں بلکہ اللہ کے آخری رسول کا ہے۔ اس لئے ان کے ساتھ ملنے جلنے اور بات چیت کرنے کے آداب شریعت میں مقرر ہیں۔ اور "اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ" سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے مقام کو پہچاننے کی عقلی پختگی نہیں رکھتے تھے۔ اور لطیف انداز میں ان کی اس نادانی سے درگزر کرنے کا اشارہ بھی ہے۔

ان کے نزدیک یہ آیات مسلمانوں کو اس بات کا درس دیتی ہے کہ قیادت اور رسالت کے آداب میں فرق ملحوظ رکھا گیا ہے۔[12]

نکات اتفاق:

دونوں تفاسیر کے مطابق نبی کریم ﷺ کو حجرات کے باہر سے پکارنا خلافِ ادب تھا۔ صبر، انتظار اور مناسب وقت کے انتظار کو بہتر طرزِ عمل قرار دیا گیا ہے۔

مزید یہ کہ ان آیات میں ملاقات کے آداب، مقامِ رسالت کے احترام اور جلد بازی سے اجتناب کی تعلیم دی گئی ہے۔

نقاط اختلاف:

معارف القرآن نے اس واقعے کو بنو تمیم کے جاہلانہ انداز سے جوڑتے ہوئے دینی و دنیاوی بھلائی کے پہلو کو نمایاں کیا ہے۔

جب کہ تدبر القرآن نے رسول اللہ ﷺ اور عام قیادت کے فرق کو واضح کیا ہے۔ نیز "لَا یَعقِلُونَ" کو عقلی ناپختگی اور مقامِ رسالت سے ناواقفیت کے تناظر میں بیان کیا گیا ہے۔

خبر کی تحقیق:

معاشرتی تعلقات میں ابہام، نزاع اور شرمندگی سے بچنے کے لئے واقعہ کی پڑتال اور خبر کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔اسلام ہمیں کسی خبر کو جائزہ لئے بغیر قبول کرنے سے اس لئے روکتا ہے تاکہ معاشرے میں امن وانصاف کو فروغ مل سکے۔ جیساکہ سورۃ الحجرات میں ارشاد ربانی ہے:

"یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡۤا اَنۡ تُصِیۡبُوۡا قَوۡمًۢا بِجَہَالَۃٍ فَتُصۡبِحُوۡا عَلٰی مَا فَعَلۡتُمۡ نٰدِمِیۡنَ "[13]

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی بد عمل شخص تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو فوراًاس پر یقین نہ کرو بلکہ اس کی اچھی طرح تحقیق کرلو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانستہ کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہونا پڑے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

"عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع"[14]

"ادمی کے جھوٹ ہونے کیلیئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو آگے بیان کرے۔"

یہ حدیث ہمیں خبروں کی تحقیق اور احتیاط کی اہمیت کا درس دیتی ہے۔

شان نزول:

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ کہ بنو المصطلق سے زکاۃ وصول کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عقبہ کو بھیجا۔چونکہ ماضی میں ان قبیلوں کے درمیان دشمنی رہی ہے لہٰذا جب وہ قبیلے کے قریب پہنچے تو انہیں چند لوگ استقبال کے لئے آتے دکھائی دیئے۔ان کو دیکھ ولید بن عقبہ نے یہ گمان کیا کہ وہ مجھے نقصان پہنچانے آرہے ہیں۔اس لئے بغیر ملاقات اور بغیر زکاۃ لئے واپس چلے گئے۔اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ وہ زکاۃ دینے سے انکار کررہے ہیں اور بغاوت پر اتر آئے ہیں۔یہ بات سن کر نبی کریم ﷺ نے اس قبیلے کے خلاف سخت اقدام اٹھانے کا ارادہ فرمایا۔ لیکن اس دوران اس خبر کی حقیقت سامنے آگئی کہ وہ لوگ تو خیر مقدم کے لئے نکلے تھے۔جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[15]

معارف القرآن:

معارف القرآن میں اس آیت کو قانونی اصول کی بنیاد قرار دیا گیاہے۔آگے فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے اور قیامت تک آنے والے ہر دور میں لاگو ہے۔ معاملات، فیصلے اور تعلقات میں جانچ کے بغیر فساد پیدا ہوتا ہے۔

ان کے مطابق فاسق سے مراد وہ شخص ہے جو جھوٹ بولنے کا عادی ہو اور اس پر کھلے عام نافرمانی کا الزام ہو۔ "فتبینوا" کا مطلب ہے کہ معاملہ اور خبر کے ہر پہلو کو ہر طرح سے پرکھا جائے اور شک کی صورت میں عمل کو مؤخر کردیا جائے۔[16]

تدبر القرآن:

امین حسن اصلاحیؒ صاحب نے اس آیت کو اسلامی معاشرے کی ایک اہم بنیادی اخلاقی قدر کے طور پر بیان کیا ہے۔ان کے نزدیک یہ آیت ہر ایسی خبر پر لاگو ہوتی ہے جس کی صداقت مشکوک ہو۔

ان کے ہاں فاسق کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے کہ فاسق سے مراد وہ لوگ ہیں جو شریعت کے حدود و قیود سے بے پرواہ ہو۔وہ فرماتے ہیں کہ معمولی سی معمولی افواہ بھی قبیلوں، خاندانوں اور معاشروں کو باہم لڑا سکتی ہے۔[17]

نکات اتفاق:

دونوں تفاسیر اس بات پر متفق ہیں کہ بغیر تحقیق کسی خبر کو قبول کرنا درست نہیں۔اس حکم کو معاشرتی فساد، نزاع اور ندامت سے بچاؤ کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

دونوں کے مطابق تحقیق، احتیاط اور عدل کو اس آیت کا بنیادی تقاضا بتایا گیا ہے، جو ہر دور میں قابلِ عمل ہے۔

نقاط اختلاف:

معارف القرآن نے اس آیت کو قانونی، عدالتی اور فیصلہ سازی کے اصول کے طور پر نمایاں کیا ہے، جبکہ فاسق کی تعریف جھوٹے اور علانیہ نافرمان شخص کے طور پر کی ہے۔

دوسری طرف تدبر القرآن نے اسے اخلاقی و سماجی استحکام کا اصول قرار دیتے ہوئے افواہوں کے خاندانی اور معاشرتی نقصانات پر زیادہ زور دیا ہے۔

خلاصۃ البحث :

اس مقالے میں سورہ الحجرات کی پہلی چھ آیات میں درج معاشرتی اصول جیسے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت، خبر کی تحقیق، گفتگو کے آداب اور زاتی حدود کا احترام شامل ہے۔ان آیات کا تقابلی جائزہ تفسیر معارف القرآن از مفتی محمد شفیع، اور تفسیر تدبر القرآن از امین احسن اصلاحی کی تفسیر میں کیا گیا ہے۔ تحقیق سے واضح ہوا کہ دونوں تفاسیر نے آیات کو ایک صالح اور پرامن معاشرے کی بنیاد قرار دیا ہے ۔اور یہ تعلیمات جدید دور کے معاشرے کے نفرت انگیز رویوں کے حاتمے میں بھی موثر رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

نتائج البحث:

1. سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات 1 تا 6 اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھنے والی نہایت اہم آداب واصول بیان کرتی ہیں جو آج کل کے معاشرتی مسائل میں بھی اتنی ہی مؤثر ہے جتنا کہ عہد نبوی ﷺ میں تھے۔
2. معارف القرآن میں اسلامی احکام کی پابندی اور اور عملی اطاعت پر زور دیا گیا ہے ۔ جبکہ تدبر اقرآن میں ان احکام کی حکمت اور نظم اجتماعی کو نمایاں کیا گیا ہے۔
3. دونوں تفاسیر سے واضح ہے کہ اسلامی معاشرہ ادب ،احترام ،اطاعت ،احتیاط اور ذمہ داری جیسے رہنما اصولوں پر قائم ہوتا ہے۔
4. دونوں تفاسیر کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ معارف القران اصلاح اعمال پر جبکہ تدبر القران اصلاح نظام اور فکری

پہلو پر زیادہ توجہ دیتی ہے۔

تجاویز:

1. اسلامی معاشروں میں قانون سازی، صحافت اور اجتماعی قیادت کے میدان میں ان آیات سے رہنمائی حاصل کر کے عدل، شفافیت اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیا جائے۔
2. تعلیمی اداروں، جامعات اور مدارس میں سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات کو اسلامی معاشرتی اخلاقیات کے نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل قرآنی سماجی اصولوں سے آگاہ ہو سکے۔
3. سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر خبر کی تحقیق اور ذمہ دارانہ اظہارِ رائے کے لیے آیت نمبر 6 کو بنیادی رہنما اصول کے طور پر فروغ دیا جائے۔
4. مساجد، دینی مراکز اور تربیتی اداروں میں آدابِ گفتگو، احترامِ شخصیت اور باہمی تعلقات کے موضوع پر ان آیات کی روشنی میں آگاہی پروگرام منعقد کیے جائیں۔
5. خاندانی اور معاشرتی تنازعات کے حل میں تحقیقِ خبر، حسنِ ظن اور صبر و تحمل کے قرآنی اصولوں کو اپنایا جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

---

[1] سورۃ الحجرات، آیت:01

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، مکتبہ رحمانیہ، سن اشاعت: 1991، کتاب الجهاد والسیر، باب من اطاع الامیر فی المعروف، حدیث نمبر:7317، ج:2، ص:601 / امام مسلم بن حجاج نیشاپوریؒ، صحیح مسلم، مکتبہ رحمانیہ، سن اشاعت: 1991، کتاب الامارۃ، باب وجوب اطاعۃ الامیر، حدیث نمبر 4747، ج:2، ص:133

[3] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج:8، ص:125 / صحیح بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورہ الحجرات، باب قولہ تعالیٰ "لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ﷺ، ج:2، ص:718

[4] معارف القرآن، ج:8، ص:126،127

[5] امین احسن اصلاحی، تفسیر تدبر القرآن، ج:7، ص:487،486

[6] سورۃ الحجرات، آیات:2،3

[7] تفسیر معارف القرآن،ج:8،ص:128،129

[8] تفسیر تدبر القرآن،ج:7،ص:488–490

[9] سورۃ الحجرات، آیات:4–5

[10] مفتی محمد شفیع عثمانی، معارف القرآن،ج:8،ص:130،131

[11] تفسیر معارف القرآن،ج:8،ص:130،131

[12] تدبر القرآن،ج:7،ص:490،491

[13] سورۃ الحجرات، آیت:6

[14] صحیح مسلم، مقدمہ مسلم، کتاب الایمان، باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع، حدیث نمبر:7،ص:32/ ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانیؒ، سنن ابی داؤد، مکتبہ العصریہ بیروت، باب ماتشدید فی الکذب، حدیث نمبر:4992،ج:2،ص:205

[15] تفسیر معارف القرآن،ج:8،ص:132–134

[16]*Jaffar, Saad, Muhammad Ibrahim, Faizan Hassan Javed, and Sonam Shahbaz. "An Overview Of Talmud Babylonian And Yerushalmi And Their Styles Of Interpretation And Legal Opinion About Oral Tradition." Webology 19, no. 2.(2022)*

[17] تفسیر تدبر القرآن،ج:7،ص:492